B.A Part - II
Hons paper - IV
Book - 2

مثنوی سحر البیان

(میر حسن)

سوال نمبر ۱ : فن مثنوی سے اپنی واقفیت کا اظہار کریں۔ مثنوی کے اجزائے ترکیبی اور اس کے ابتدا اور ارتقاء پر روشنی ڈالیے؟

جواب: اردو میں مثنوی نگاری کا فن فارسی ادب سے آیا ہے۔ اس صنف شاعری میں اظہار کی کافی گنجائش ہے۔ اس کی ظاہری ہیئت سادہ اور آسان ہے۔ لغت میں مثنوی کے معنی "دو اور دو" بتائے گئے ہیں۔ اس کا ہر شعر بیت اور دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔

اس میں کوئی واقعہ نظم بند کیا جاتا ہے اور اسے تفصیل کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے۔ یہ ایک مسلسل نظم ہے جس کا ہر شعر دوسرے شعر سے ایک سلسلہ رکھتا ہے۔ اس پر روشنی ڈالتے ہوئے حالی نے کہا ہے:

"اردو شاعری کی تمام اصناف سخن میں سب سے زیادہ کارآمد یہی صنف ہے اور ہو سکتی ہے۔ مثنوی میں ظاہری، باطنی اور معنوی اعتبار سے بلند پایہ شاعری کے تمام لوازم موجود ہیں۔"

بقول ڈاکٹر ڈی۔ اے۔ کاظمی:

"یہ ایک بیانیہ نظم ہے۔ اس میں کوئی واقعہ مسلسل نظم کیا جاتا ہے۔ اس میں مناظر کے مقامات کا بیان، افراد، حالات و کردار، رسم و رواج، عوام و خواص کی زبان، لباس، طرز رہائش، معاشرت، پیشہ سبھی کا بیان تفصیل سے کیا جاتا ہے۔ سارے اشعار ایک ہی بحر میں ہوتے ہیں۔ اس میں غزل کی نزاکت، قصیدے کی شان و شوکت، رباعی کی حلاوت اور مرثیہ کا سوز و گداز پایا جاتا ہے۔"

مثنوی کے اجزائے ترکیبی:

۱۔ حمد، نعت، منقبت اور مناجات: مثنوی کی ابتدا حمد یعنی اللہ جل شانہ کی تعریف سے ہوتی ہے۔ اس کے بعد نعت یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیدت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ منقبت میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ یا کسی بزرگ سے عقیدت کا اظہار ہوتا ہے اور شاعر مناجات کے ذریعہ اللہ سے دعا کا طالب ہوتا ہے۔

۲۔ مدح حاکم: مناجات کے بعد بادشاہ وقت کی تعریف کی جاتی ہے۔

۳۔ تعریف شعر و سخن: شعر و شاعری کی تعریف کے بعد دعا کے طور پر شاعر اس خواہش کا اظہار کرتا ہے کہ اس کا نام ادبی دنیا میں ہمیشہ بلند رہے۔

۴۔ سبب تالیف: اس کے ذریعہ شاعر اس بات کا خلاصہ کرتا ہے جس نے اسے مثنوی لکھنے کی ترغیب دی۔

۵۔ اصل قصہ: مذکورہ باتوں کے بعد اصل قصہ شروع ہوتا ہے جس میں کسی بادشاہ یا

BA Part - II
Honours Paper - IV
Book - 2

مثنوی سحر البیان
(میر حسن)

شہزادے وغیرہ کے عشق کی داستان کو بیان کیا جاتا ہے۔ جس میں عام طور پر وصل کے انجام پر قصہ ختم کیا جاتا ہے۔ قصے میں بہت ساری پریشانیوں اور مشکلوں کا ذکر تفصیل سے کیا جاتا ہے۔

اس میں سوسائٹی کے رسم و رواج، تہذیب و تمدن، درس و اخلاق اور تصوف کے خیالات کو پیش کیا جاتا ہے۔ مگر بنیادی مقصد حسن و عشق ہی ہوتا ہے۔
یہ داستانوں سے قریب تر صنف ہے۔ داستانوں کی ہی طرح رومانی اور تخیلی باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے جس کا مقصد تھکے ذہن کو سکون پہنچانا ہوتا ہے۔

پروفیسر عبدالقادر سروری لکھتے ہیں:
"مثنوی میں ربط خیال سب سے زیادہ اہم چیز ہے۔ اس میں تکرار نا ممکن ہے اور تقلید مذموم۔ اس کا کمال ربط و تسلسل ہے۔ اس کا ایک خاص مقصد ہوتا ہے۔"

اردو مثنوی کی شروعات اور ارتقاء:-

پروفیسر عبدالقادر سروری نے "اردو مثنوی کا ارتقاء" میں مثنوی کے قدیم نمونے میں حضرت شیخ فرید شکر گنج کی مثنویوں کو اولیت کا مقام دیا ہے۔ اسے حافظ محمود شیرانی "پنجاب میں اردو" اور مولوی عبدالحق نے بھی اس کی تصدیق کی ہے۔ تیرہویں صدی عیسوی میں یہ مثنوی لکھی گئی۔
دکن میں اردو مثنوی ہے۔ اردو کی پہلی مثنوی "کدم راؤ پدم راؤ" (1412 to 1435) کے درمیان لکھی گئی۔ اس مثنوی کو بہمنی دور کے شاعر فخر الدین نظامی نے لکھا تھا۔ دوسری قدیم مثنوی اشرف بیابانی کی "نوسر ہار" ہے۔ اس کے ساتھ ہی عثمان کی "چتراولی" اور قطبن کی "مرگاوتی" کا ذکر بھی قدیم مثنویوں میں ہوتا ہے۔

1578 میں خوب محمد چشتی نے "خوب ترنگ" لکھی۔ 1697 میں امین نے "یوسف زلیخا" لکھی۔ میراں جی شمس العشاق نے "خوش نامہ" لکھی۔ 1687 میں ہاشمی بیجاپوری نے "یوسف زلیخا" لکھی۔ 1657 میں نصرتی نے "گلشن عشق" لکھی۔ 1655 میں ابن نشاطی کی لکھی گئی مثنوی "پھول بن" کافی مشہور ہوئی۔ 1665 میں نصرتی نے "علی نامہ" لکھی۔ 1608 میں لکھی گئی ملا وجہی کی "قطب مشتری" دکن میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔
1625 میں "سیف الملوک و بدیع الجمال" نام کی مثنوی غواصی نے لکھی۔ 1627 میں مقیمی نے "چندر بدن و مہیار" لکھی۔ غواصی نے "مینا ستونتی" اور "طوطی نامہ" 1639 میں لکھی اور طبعی نے "بہرام و گل اندام" 1670 میں لکھی۔

Scanned by CamScanner

BA Part-II
Home paper-IV
Book - 2

مثنوی سحر البیان
(میر حسن)

شمالی ہند میں مثنوی:- کچھ محققین نے افضل کی "بکٹ کہانی" کو شمالی ہند کی پہلی مثنوی قرار دی ہے۔ والہ داغستانی نے "ریاض الشعراء" میں افضل جھنجھانوی کے "بارہ ماسہ" (بکٹ کہانی) کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ انگریزی میں Spencer نے بھی ایک طویل نظم "Shepherd Calenders" ~~Shepherd~~ کے نام سے لکھا۔ اس میں عورتوں کی بارہوں مہینے شوہر سے الگ رہنے کی جذبات کا بیان بڑے اچھے انداز میں کیا گیا ہے۔ شاہ مبارک آبرو نے محمد شاہی دور میں بہت ساری مثنویاں لکھیں۔ گارساں دتاسی نے حیدر بخش حیدری کے تخت شاہ نامے کا ذکر کیا۔

شمالی ہند کے ابتدائی مثنوی نگاروں میں آسی، شیخ حیون، شاہ حاتم، جعفر علی ناثر دہلوی، آبرو، آیت اللہ جوہری، فقیر درد مند کے نام اہم ہیں۔ سودا اور ناسخ نے بہت ساری چھوٹی چھوٹی مثنویاں لکھیں۔ میر تقی میر کی "دریائے عشق" مشہور ہوئی۔ اس میں عشق کے واردات کو اچھے انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ میر درد کے چھوٹے بھائی میر اثر دہلوی نے مثنوی "خواب و خیال" لکھی۔

شمالی ہند میں:-
دہلی کی مرکزی سلطنت اجڑنے لگی تو ادبی مرکز لکھنؤ کی تعداد منتقل ہوئی۔ یہاں آ کر مصحفی نے مثنویاں لکھیں۔ ساتھ ہی جرأت و رنگین نے بھی مثنویاں لکھیں۔ میر حسن بھی دہلی سے ہجرت کر لکھنؤ آئے تھے۔ انہوں نے کئی مثنویاں لکھیں جس میں "سحر البیان" کو کافی شہرت و مقبولیت ملی۔ نسیم الہ آبادی نے "سحر دریا" مثنوی لکھی۔
[illegible] دیا شنکر نسیم لکھنؤ کے رہنے والے تھے۔ ان کی مثنوی "گلزار نسیم" کو کافی شہرت ملی۔ مرزا شوق نے کئی مثنویاں لکھیں۔ اس میں "بہار عشق" اور "زہر عشق" کافی مشہور ہوئی۔

مثنوی عظیم آباد میں:- راسخ عظیم آبادی نے میر کے رنگ میں کئی مثنویاں لکھیں۔ پروفیسر ممتاز احمد نے ان کی مثنویوں کی تعداد اٹھارہ بتایا ہے۔ شاہ آیت اللہ جوہری، فدوی، راسخ عظیم آبادی، شوق نیموی ("سوز و گداز")، جوشش عظیم آبادی، جمیل مظہری ("آب و سراب") اور عبد الحمید شمس (حیات شاہ کمال ثانی) کے نام قابل ذکر ہیں۔

مثنوی دور جدید میں:- 1857 تک یہی طور پر خالص مثنویاں لکھی رہیں۔ لیکن حالات نے پلٹا کھایا تو شاعروں کا اس پر دھیان کم ہونے لگا۔ حالی اور آزاد نے اس کی اہمیت کا

Part – II
Hons paper – IV
Book – 2

مثنوی سحر البیان
(میر حسن)

4

احساس کی اور مثنویاں لکھیں۔ حالی نے "برکھارت" "شکوۂ ہند" "مناجات بیوہ" "حب وطن" اور "مناجات بیوہ کی مناجات" لکھی۔ محمد حسین آزاد نے "موسم زمستان" "شب قدر" وغیرہ لکھی۔ شبلی نے "صبح امید" لکھی۔ علامہ اقبال نے مثنوی "ساقی نامہ" لکھی۔ حفیظ جالندھری کی "شاہنامہ اسلام" بھی مقبول ہوئی۔ جوش ملیح آبادی نے بھی کئی مثنویاں لکھیں۔ علی سردار جعفری نے سیاسی رنگ کی مثنوی "نئی دنیا کو سلام" لکھی۔ کیفی اعظمی اور جاں نثار اختر نے بھی مثنویاں لکھیں۔ قاضی سلیم کی مثنوی "گل و خشت" بھی مشہور مثنوی ہے۔ آزادی کے بعد سے مثنوی گوئی کا چلن تو بہت ختم ہو چکا ہے کیونکہ اس مشینی دور میں غیر حقیقی زندگی کی ترجمانی پر لوگ دھیان نہیں دیتے۔ چونکہ اس کا خیر و معنوی زندگی سے نہیں ہو سکا۔ اسلئے یہ صنف زوال پذیر ہو گئی۔

سوال نمبر ۲: میر حسن کے ذہنی واقفیت کا اظہار کیجئے؟

جواب: میر غلام حسن (میر حسن) کی زندگی کی پیدائش قاضی عبدالودود کے مطابق 38-1737 اور وحید قریشی کے مطابق 33-1732 ہے۔ ابوبکر رضوی نے 1737 لکھا ہے۔ خان رشید کی "اردو کی تین مثنویاں" کے صفحہ ۲۵ پر ان کی پیدائش 1727 عیسوی 1140 ہجری لکھا ہے۔ ڈاکٹر خوشحال زیدی نے "اردو مرثیہ اور ادب کا جائزہ" میں ان کی پیدائش 1736ء لکھا ہے۔

بزرگوں کا وطن ہرات تھا جو دہلی آ گئے۔ ان کی پیدائش پرانی دہلی میں ہوئی۔ ان کے دادا کا نام میر عبداللہ اور والد کا نام غلام حسین خان ضاحک تھا۔

دہلی کی تباہی کے بعد جبکہ میر حسن کی عمر بارہ سال تھی، ان کے والد فیض آباد آ گئے اور یہاں نواب سالار جنگ کی سرکار میں پرورش پائی۔ کئی سال یہاں رہے۔ پھر نواب آصف الدولہ کے عہد میں لکھنؤ آ گئے۔

ابتدائی تعلیم والد سے حاصل کی۔ شعر و شاعری میں خواجہ میر درد سے اصلاح لی۔ اس کے بعد میر ضیاء الدین ضیاؔ دہلوی سے اصلاح لیا۔ سوداؔ سے بھی اصلاح لیا اور میر تقی میرؔ سے بھی اصلاح لیا۔

ان کو چار بیٹے ہوئے۔ میر مستحسن خلیق، میر محسن، میر احسن خلق اور سید احسان حسن مخلوق۔ ان کا وصال 87-1786 میں ہوا۔

تصانیف: ایک دیوان جس میں غزلیں وغیرہ ہیں۔ تذکرہ شعرائے اردو (جس میں شعرا کا تذکرہ کیا ہے)۔ گیارہ مثنویاں لکھیں۔ چند مشہور ہیں۔ مثلاً "سحر البیان" "رموز العارفین" "گلزار ارم" "خوان نعمت" "مثنوی در تہنیت عید" "مثنوی قصر جواہر" وغیرہ۔